حاجی کے نام

خرم مراد

شوقِ سفر

میرے بھائی، میری بہن!

تم حج کے لیے روانہ ہو رہے ہو۔ بڑی خوشی کی بات ہے۔ تمھاری خوش قسمتی اور سعادت پر رشک کرنے والے جتنا رشک کریں، کم ہے۔ اس سے بڑی سعادت اور کیا ہو سکتی ہے کہ رحیم و شفیق آقا نے تمھیں اپنے گھر بلا بھیجا ہے، اپنا مہمان بنانے کے لیے منتخب کیا ہے، تمھارے لیے نہ ختم ہونے والے انعامات اور درجات کے راستے کھول دیے ہیں، محبوب کا دیار اب تمھاری منزل ہے اور اس کا دیدار بہت قریب۔ مبارک ہے سفر، مبارک ہے مسافر، مبارک ہے منزل، مُبَارَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ، اور مبارک ہیں بلانے والے، تَبَارَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ۔ مبارک ہو، کہ تمھارے لیے برکت ہی برکت ہے۔ بس سب سے پہلے تو دل و زبان سے ورد شروع کر دو:

رَبِّ اَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا مُّبَارَكًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ،

اے رب مجھے اتار بابرکت جگہ پر، تو ہی سب سے اچھا اور بہتر اتارنے والا ہے۔

فِيْ جِوَارِ بَيْتِكَ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَظِيْرَةِ قُدْسِكَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ،

آپ کے نبی، سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں، آپ کی مقدس مجلس میں، اپنی رحمت کے طفیل، اے ارحم الراحمین!

مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ مِنْ عِبَادِكَ الْمُقَرَّبِيْنَ، مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ،

اپنے ان مقرب بندوں کے ساتھ رکھ جن پر آپ نے انعام فرمایا: نبی، صدیق، شہید اور صالح۔

مَعَ الْمُقَرَّبِيْنَ الشُّهُوْدِ الطَّآئِفِيْنَ الْعَاكِفِيْنَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ، الْمُوْفِيْنَ بِالْعُهُوْدِ اِنَّكَ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ،

مقرب بندوں جو، طواف کرنے والے، اعتکاف کرنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے

والے' اپنا عہد وفا کرنے والے' آپ رحمت کرنے والے اور محبت کرنے والے ہیں'

مَعَ عِبَادِکَ الَّذِیْنَ تُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَکَ وَرَضِیْتَ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْکَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ،

جن سے آپ محبت کرتے ہیں اور جو آپ سے محبت کرتے ہیں جن سے آپ راضی' اپنی رحمت کے طفیل' اے ارحم الراحمین۔

جب حج کا موسم آتا ہے' عشاق رخت سفر باندھتے ہیں' دیار محبوب کا رخ کرتے ہیں' حدی خوانوں کے نغموں اور لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ کی پرشوق اور وجد آفرین صداؤں سے فضا گونجتی ہے' تو دل مچلتا ہے بے تاب ہوتا ہے: کاش میں بھی ان مسافران عشق و وفا کا ہم سفر ہوتا! خود تو تہی دامن ہوں --- کہ عمر بھر کی کاوشوں کا حاصل حسرت و ندامت اور آرزو و تمنا کے سوا کچھ نہیں --- لیکن اس ہم رکابی سے شاید کسی عاشق صادق کی گر دپاکی' کسی وارفتہ محبت کے جذب و شوق کی' کسی شکستہ و درماندہ کی آہ و زاری کی' کسی بے کس و محتاج کے نالہ و فریاد کی برکت کا چھینٹا میرے اوپر بھی پڑ جاتا' اور اس کے طفیل وہ مجھے بھی کچھ اپنے سے قریب کھینچ لیتے' جن کی قربت ہی اس زندگی کا حاصل و مدعا ہے' جو انھوں نے ہی بخشی ہے۔ اور پھر' فَاَمَّآ اِنْ کَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ، فَرَوْحٌ وَّرَیْحَانٌ وَّجَنَّتُ نَعِیْمٍ، "پھر وہ مرنے والا اگر مقربین میں سے ہو تو اس کے لیے راحت اور عمدہ رزق اور نعمت بھری جنت ہے"۔ (الواقعہ ۵۶: ۸۹) کی کامرانی سے بڑی بھی کوئی نعمت ہے جس کی انسان آرزو کر سکتا ہے۔

یہ تمنا تو اب بظاہر تمنا ہی رہتی نظر آتی ہے۔ صحت اور ہمت اور مہلت' سب ہی راہ میں مانع لگتے ہیں۔ مگر تمنا اور آرزو کا دامن کیوں چھوڑا جائے! اجر تو آرزو پر بھی ہے' اور بھرپور اجر: غزوۂ تبوک کے موقع پر --- جس وقت میدان جہاد کی طرف نکلنا' بیت اللہ کی طرف نکلنے سے بدرجہا زیادہ مطلوب اور افضل تھا۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ میں ہمارے پیچھے ایسے لوگ ہیں جو نہ ہمارے ساتھ نکلے' نہ انھوں نے کوئی منزل طے کی' نہ وہ کسی وادی میں اترے' مگر وہ ہمارے ساتھ ساتھ شریک سفر ہیں' اور اجر میں بھی شریک۔ ان کو مرض نے روک لیا' یا عذر معقول نے (بخاری، مسلم)۔ ورنہ دل ان کے تیار اور بے تاب تھے۔ ہم جیسے' جو تمھاری طرح سفر پہ نہ جا سکنے والے ہیں' کروڑوں ہیں۔ ان کے لیے خوشی کا سارا سامان اسی بشارت میں ہے' اور اس سامان کے حصول کا نسخہ بھی بتا دیا گیا ہے: دلوں کو اللہ کے گھر کے قرب کے لیے شوق کی فراوانی اور بے تابی سے آباد رکھو' اس آرزو میں سلگتے رہو۔ سفر نہ بھی کر سکتے ہو' مگر جہاں کہیں بھی ہو' جو کچھ بھی کر رہے ہو' چہرہ کا رخ تو بیت اللہ کی طرف کرو۔ وَمِنْ حَیْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْھَکَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَحَیْثُ مَا کُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْھَکُمْ شَطْرَہٗ، (اور جہاں سے بھی تمھارا گزر ہو' اپنا رخ مسجد حرام ہی کی طرف پھیرا کرو اور جہاں بھی تم ہو اسی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو" (البقرہ ۲: ۱۵۰)۔

دل اور زندگی کا رخ بھی رب البیت کی طرف رکھو۔ پھر زندگی کے جس راستے اور کوچے کا رخ

کرو گے ' انھی کو سامنے پاؤ گے ۔ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ۔

لیکن جانے والے مسافرو ' تم بھی سب سے پہلے یہ اچھی طرح جان لو کہ دل بے دار ہی اس سفر حج کے لیے تمھارا سب سے ضروری زاد راہ اور سب سے قیمتی رفیق ثابت ہو گا ۔ دل کی زندگی کا سامان ' آرزو اور شوق سے ہوتا ہے ۔ محبوب کے بلاوے اور حکم پر لبیک کہنے کی ' ان کے گھر کی زیارت کی ' اس کے گرد چکر کاٹنے اور اس کے در و دیوار سے چمٹنے اور انھیں چومنے کی ' دنیا میں ان کے وجہ کریم پر نظر رکھنے کی ' اور آخرت میں ان کے دیدار کی آرزو اور شوق دل میں بساؤ ۔ پورے سفر میں بسائے رکھنا ۔ یہی سب سے قیمتی متاع سمجھنا ' جان سے لگا کر رکھنا ۔ اذکار و مناسک میں سے کچھ ضائع ہو جائے ' تو تلافی کی کوئی نہ کوئی صورت نکل آئے گی ' اس متاع گراں بہا سے غافل ہو گئے اور یہ کھو گیا تو تلافی ممکن نہیں ۔ پھر تو صرف تن خاکی کا حج جسے میں آئے گا ' اس قلب کا نہیں جس کو قلب سلیم بنانے کے لیے حج مطلوب ہے ۔

آرزو را در دل خود زندہ دار تا نہ گردد مشت خاک تو مزار

(اپنے دل میں آرزو کو زندہ رکھنا ورنہ مٹی کا جسم چلتا پھرتا مزار بن جائے گا)

آرزو اور شوق ' تعظیم اور محبت سے پیدا ہوتے ہیں ۔ اللہ کی عظمت کو نگاہ میں رکھو ' دل کو ان کی رحمت و محبت کی یاد سے معمور رکھو ' ان کے گھر کی شرف و کرامت اور عظمت و برکت پر نظر رکھو ۔۔ یہی شوق و آرزو کا منبع ہے ۔ وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ "اور جو اللہ کے مقرر کردہ شعائر کا احترام کرے تو یہ دلوں کے تقویٰ سے ہے" (الحج ۲۲ : ۳۲) ۔

یہی وہ تقویٰ ہے ---- تعظیم ' تشویق اور محبت کا مجموعہ ---- جو حج کے سفر کا اصل زادِ راہ ہے ۔ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی ، "سفر حج کے لیے زاد راہ ساتھ لے جاؤ اور سب سے بہتر زاد راہ پرہیز گاری ہے" (البقرہ ۲ : ۱۹۷) ۔

لذت تذکرہ

میرے بھائی ' میری بہن !

سوچا کہ شرف رفاقت نہ سہی ' تمھارے ساتھ ان بے انتہا لذتوں ' برکتوں اور کامرانیوں کا کچھ تذکرہ ہی ہو جائے ' جن کے خزانے اس سفر مبارک کے ہر قدم اور ہر منزل پر برستے ہیں ' جن سے ہر مسافر اپنی جھولی بھر سکتا ہے ---- تم بھی ---- لیکن جن سے بہت سے صرف اس لیے محروم رہ جاتے ہیں کہ انھیں کچھ ان کا پتا ہی نہیں ہوتا ۔ یہ تذکرہ تمھیں یاد رہ جائے ' کہیں یاد آ جائے ' اور تذکرہ کرنے والا بھی ' اور اس تذکرہ کی یاد سے تمھارے وفورِ شوق میں ' نشاط ذوق میں ' جذب محبت میں ' سوز دروں میں ' کیف آرزو میں کچھ اضافہ ہو جائے ' تو لکھنے والا شاید تمھاری ہم سفری کی ' برکت سے

زیادہ مالا مال ہو جائے۔ اور وہ کروڑوں جو سفر تو نہ کر سکیں گے لیکن دل بے تاب کے سہارے ' دوش آرزو پر شرکت کے متمنی ہوں گے ' وہ بھی اس تذکرہ سے اپنی آرزو اور شوق و بے تابی میں مزید رنگ اور حرارت پائیں گے۔ محبوب کے ذکر میں جو لذت ہے ' اس کے کیا کہنے ' لیکن وصول الی المحبوب کی راہ کے نشانات و مقامات اور منازل کے تذکرے میں بھی لذت و شاد کامی کا سامان کچھ کم نہیں۔ دیکھو جو عاشق حقیقی تھے ' انھوں نے تو ایک ہی حج حبیب رب العالمین کے ہمراہ کیا ' لیکن دیار محبوب کی طرف حبیبؐ کے اس سفر کے ذکر میں ان کے جذبہ محبت نے ایسی لذت پائی کہ اس کی ' حج وداع کی ' ایک ایک منزل ' ایک ایک واردات ' ایک ایک ادا ' ایک ایک نقش کو ' انھوں نے دل سے لگایا ' اور ایسے مزے لے لے کر بیان کیا کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ یہ بیان ' ان کے جذبہ محبت کا ایسا نشان بن کر محفوظ ہو گیا ہے جس کی مثال ڈھونڈے سے نہ ملے گی۔ لیکن یہ ذکر لذیذ کسی اور وقت۔

سفر محبت

حج کی حقیقت کو تم ایک دفعہ پا لو ' اچھی طرح اور پوری طرح جان لو ' اسی کے مطابق خود کو ڈھالو ' اسی کی روشنی میں ہر قدم اٹھاؤ ' تو ایک کے بعد ایک ' حج کے فیوض و برکات اور انعامات و فتوحات کے دروازے تمھارے لیے کھلتے چلے جائیں گے۔

حج کیا ہے؟ اللہ سے محبت کرنا ' ان کی محبت پانا ' حج کا سفر محبت و وفا کا سفر ہے۔ اس کا مدعا اور حاصل اللہ کی محبت کے سوا کچھ نہیں۔ اس کا ہر عمل محبت و وفا کا عمل ہے ' اس کی ہر منزل محبت و وفا کی منزل ہے۔ یوں سمجھ ' کہ حج سارے کا سارا یُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهٗ " اللہ اپنے ان پروانوں سے محبت کرتے ہیں اور یہ پروانے ان کی محبت میں سرشار ہیں " کی مجسم اور متحرک تصویر ہے۔

دیکھو ' بات یہ ہے کہ اللہ تم سے ' اپنے بندوں سے ' بے پناہ محبت کرتے ہیں۔ جیسا حضور پاکؐ نے ارشاد فرمایا ' وہ ماں باپ سے بھی کہیں زیادہ محبت والے ہیں۔ وہ اپنی ذات میں بے انتہا رحمت اور محبت کرنے والے ہیں ' اللہ کو پکارو یا الرحمٰن کو ' ایک ہی بات ہے۔ گویا اللہ کے معنی ہی الرحمٰن ہیں۔ ساتھ ہی وہ سارے دنیا والوں پر اپنی بے پایاں رحمتوں کی مسلسل بارش کر رہے ہیں۔ دنیا میں مخلوقات کے درمیان تم جہاں بھی اور جتنی بھی رحمت دیکھتے ہو ' وہ سب بھی ان ہی کی رحمت کا جلوہ ہے۔ مگر دنیا میں وہ جتنی رحمت کر رہے ہیں ' وہ ان کی رحمت کے ایک سو میں سے ایک حصہ کے برابر بھی نہیں ' اگرچہ اس کا بھی احاطہ اور شمار ممکن نہیں۔ ننانوے حصے انھوں نے آخرت میں عطا کرنے کے لیے رکھے ہوئے ہیں۔

یہ ان ہی کی رحمت اور محبت ہے کہ انھوں نے ' ہمیں قرآن عطا کیا ' تاکہ ہم آخرت کی رحمتوں میں سے حصہ پا سکیں۔ رسول پاکؐ جو رحمت للعالمین اور رؤف و رحیم ہیں ' ہمارے اوپر اللہ کی رحمت

و شفقت کا مظہر ہیں (لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ ..... الخ)۔ موت کے بعد زندگی بخشنا اور اعمال کی جزا دینا بھی ان کی رحمت کا تقاضا ہے (کَتَبَ عَلٰی نَفْسِہِ الرَّحْمَۃَ، لَیَجْمَعَنَّکُمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ)۔ ہمیں دین اسلام عطا کر کے تو انھوں نے رحمت و انعام کی انتہا کر دی' یہ ان کی نعمت کا اتمام ہے' کہ یہی آخرت میں ان کی رحمت تک پہنچانے کا راستہ ہے (وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ)۔ یہ بھی ان کی ہمارے ساتھ محبت کا ثمر ہے' ان کا فضل اور نعمت ہے کہ انھوں نے اپنے اوپر ایمان' ہمارے دلوں میں ڈال دیا' اسے دلوں کی زینت بنا دیا' اسے ہمارے لیے محبوب بنا دیا۔ ان کے ساتھ ہماری جتنی محبت ہے' ہو گی' وہ ان کی محبت (یُحِبُّھُمْ) اور ایمان کا ثمر ہے۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ' جو ایمان والے ہیں' وہ سب سے شدت سے زیادہ اللہ سے محبت کرتے ہیں۔ ایمان کی ساری شیرینی' مزا اور رنگ ان کے ساتھ اسی محبت کے دم سے ہے۔

یہ بیان محبت ذرا طویل ہو گیا۔ لیکن محبت کے بیان کی لذت! دل چاہتا ہے کہ ختم ہی نہ ہو۔ محبت کے سفر کی لذت! دل چاہتا ہے کہ وقت سے پہلے شروع ہو جائے' ختم ہونے کا نام نہ لے' اس کی ہر زحمت میں لذت کی چاشنی ملتی ہے۔ حج کی حقیقت کو دل کی گہرائیوں میں پا لینے کے لیے کم سے کم اتنا بیان لذیذ ہی نہیں ضروری بھی تھا۔

دیکھو' ویسے تو اس دین کا ہر حکم' جو نعمت و محبت کا اتمام ہے' بندوں سے ان کی محبت کا مظہر ہے' اور ان کی محبت کے حصول کا راستہ' جو بندوں کی غایت ہے۔ "سجدہ کس لیے کرو؟" تاکہ ہم سے قریب ہو جاؤ۔ "مال کس لیے دو؟" عَلٰی حُبِّہٖ، ان کی محبت میں' ان کی محبت و رضا کے لیے۔ احکام' حرام و حلال کے ہوں' اخلاق و معاملات کے' ہجرت و جہاد کے --- سب ہم پر ان کی شفقت رحمت پر مبنی ہیں۔ مگر حج کی بات ہی دوسری ہے۔ یہ تم سے اللہ کی محبت کا' اور ان کی محبت کے اظہار کا بے مثال مظہر ہے' اور تمھارے لیے ان سے محبت کرنے کا' اپنی محبت کا اظہار کرنے کا اور ان کی محبت پانے کا انتہائی کامیاب و کارگر نسخہ۔ عبادات میں اس پہلو سے اس کی کوئی نظیر نہیں۔

ذرا غور کرو۔ اللہ تعالیٰ لامکان ہیں' وہ ہر جگہ موجود ہیں' وہ کسی مکان میں سما نہیں سکتے' ہر ذرہ اور لمحہ ان کا ہے' اور ان کی جلوہ گاہ --- لیکن یہ ان کی ہم جیسے اسیر مکان و زماں بندوں سے بے پناہ محبت نہیں تو اور کیا ہے کہ انھوں نے' ہمیں اپنی محبت دینے اور ان سے محبت کرنے کی نعمت بخشنے کی خاطر' مکہ کی بے آب و گیاہ وادی میں ایک بظاہر بالکل سادے اور معمولی گھر کو "اپنا گھر" بنا لیا' اور مشرق و مغرب میں تمام انسانوں کو اپنے اس گھر آنے کا بلاوا بھیجا' کہ آؤ' سب کچھ چھوڑ کر آؤ' لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ کہتے ہوئے آؤ۔ پتھروں کے اس گھر آؤ' اس گھر میں اپنے خدائے لامکاں کی محبت اور قربت حاصل کرو۔ اس گھر میں' اس کے در و دیوار میں' اس کے گلی کوچوں میں' اس کی طرف سفر میں

انھوں نے تمھارے جذبہ عشق و محبت کے لیے تسکین و سیرابی، شادکامی اور لذت و کیف کا وہ سارا سامان رکھ دیا جو ایک عاشق صادق اپنے محبوب کے کوچہ و دیار اور در و دیوار سے پانے کی تمنا کر سکتا ہے۔

یہ بھی اللہ کی رحمت و محبت کا کرشمہ ہے کہ انھوں نے عشق و محبت کے اس مرکز میں، جو بظاہر حسن تعمیر اور جمال ماحول سے بالکل مبرا ہے، بڑی عجیب و غریب محبوبیت رکھ دی ہے! اس گھر کو انھوں نے اعلیٰ ترین شرف و کرامت سے نوازا ہے۔ اسے انھوں نے اپنی بے پناہ عظمت و جلال کا مظہر بنایا ہے۔ اس کے سینے سے انھوں نے رحمت و محبت، برکت و ہدایت اور انعام و اکرام کے لازوال چشمے جاری کیے ہیں۔ آیات بینات کا ایک اتھاہ خزانہ ہے جو اللہ نے اس گھر کی سادا نگر محبت کے رنگ سے رنگین داستان کے ورق ورق پر رقم کر دیا ہے۔ اللہ کے گھر کے حسن و جمال اور شان محبوبیت کا بیان اسی طرح الفاظ کے بس سے باہر ہے، جس طرح کسی حسین کے حسن کا اور کسی شے لذیذ کی لذت کا بیان، جو تم دیکھنے اور چکھنے ہی سے پا سکتے ہو۔

دوسری طرف انھوں نے اپنے چاہنے والوں کے دلوں میں اس گھر کی محبت ڈال دی ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ جو جا نہیں سکتے؛ وہ بھی جانے کی آرزو اور شوق میں سلگتے رہتے ہیں، اور کچھ نہیں تو روزانہ پانچ دفعہ، اس گھر کی طرف رخ کر کے گھر کے مالک سے قرب اور ہم کلامی کے لیے کوشاں ہوتے ہیں۔ لیکن ایک طرف دیار محبوب کی شان محبوبیت اور دوسری طرف محبت کرنے والوں کی محبت، ازل سے عشاق بے تاب کا ایک ہجوم بے پناہ ہے جو ہر وقت اور ہر جگہ سے کھنچ کھنچ کر اس گھر کے گرد جمع ہوتا چلا آ رہا ہے۔ خاص طور پر حج کے وقت، جس کو رب البیت نے جلوہ و زیارت کے لیے مخصوص و متعین کیا ہے۔ آج تم بھی اسی ہجوم کا ایک حصہ ہو، اور میری تمنا ہے ---- اور تمھاری بھی یہی تمنا ہونا چاہیے ---- کہ محبت کی یہی چنگاری تمھارے دل میں سلگ رہی ہو، اور وہی تمھیں کشاں کشاں دیار محبوب کی طرف لیے جا رہی ہو۔

اب ذرا حج کے اعمال و مناسک کو دیکھو جو تم بجا لاؤ گے۔ یہ تمام تر عشق و محبت کے اعمال ہیں۔ یہ بھی اللہ کی محبت ہے کہ انھوں نے محبت کی ان اداؤں کی تعلیم دی، ان کو اپنے گھر کی زیارت کا حصہ بنایا، اور ان پر محبت اور اجر کی بشارت دی۔ یہ سنت ابراہیمی کا ورثہ ہیں۔ دیکھو شاہ عبدالعزیز صاحب ؒ ان اعمال کی حقیقت کی کتنی خوب صورت تصویر کھینچتے ہیں:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا گیا ـ [اور یہی حکم تمھارے لیے ہے] ـ سال میں ایک دفعہ اپنے کو اللہ کی محبت میں سرگشتہ و شیدا بناؤ، اس کے دیوانے ہو جاؤ، عشق بازوں کے طور طریقے اختیار کرو، محبوب کے گھر کے لیے ---- ننگے پاؤں، الجھے ہوئے بال، پریشان حال، گرد میں اٹے

ہوئے ---- سرزمین حجاز میں پہنچو ' اور وہاں پہنچ کر کبھی پہاڑ پر چڑھو ' کبھی وادی میں دوڑو ' کبھی محبوب کے گھر کی طرف رخ کر کے کھڑے ہو جاؤ ---- اس خانہ تجلیات کے چاروں طرف دیوانہ وار چکر لگاؤ ' اور اس کے در و دیوار کو چومو اور چاٹو۔

محبت کرنے اور محبت پانے کے یہ سب طریقے اللہ کی رحمت ہی نے تمھیں سکھائے ہیں۔

یہ ہے وہ حج جس کے لیے تم روانہ ہو رہے ہو۔ جتنا عشق و محبت کا یہ سبق ازبر کرو گے ' دل پر اسے نقش کرو گے ' اسے یاد رکھو گے ' اللہ کو تم سے جو محبت ہے اس کی حرارت اور طمانیت اپنے اندر جذب کرو گے ' اللہ سے ٹوٹ کر اور پورے دل سے محبت کرو گے اور اس کا اظہار کرو گے ' حج کے ہر عمل کو زیادہ سے زیادہ اس محبت کے رنگ میں رنگو گے ' اس سے اللہ کی محبت کی طلب اور جستجو کرو گے ' انھی کی محبت اور قرب کی آرزو اور شوق میں جلو گے ' اتنا ہی تم حج کی آغوش سے اس طرح گناہوں سے پاک و صاف ہو کر لوٹو گے جیسے ماں کے پیٹ کی آغوش سے نکلتے ہو ' اور تمھارے حق میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت پوری ہو گی۔

لبیک ، محبت کا مکتب اولین

حج کا ہر ہر عمل ' بیت اللہ کا پتھر پتھر اور چپہ چپہ محبت کا مکتب ہے ' جس میں داخل ہو کر تم محبت کا یہ سبق ازبر کر سکتے ہو ' محبت کا چشمہ ہے جس میں غوطہ لگا کر تم اللہ کی محبت کے رنگ میں رنگ سکتے ہو۔ اس محبت کا نمونہ چشم سر سے دیکھنا ہو تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو دیکھنا ' اور دیکھتے رہنا۔ حج کے مناسک ہوں ' یا بیت اللہ میں آیات بینات کا اتھاہ خزانہ ---- یہ سب سلسلہ رشد و ہدایت کے اس امام اول کے مقامات عالی ہیں ' جو انھوں نے راہ خدا میں اپنی محبت و وفا ' بندگی و اخلاص ' تسلیم و رضا اور قربانی و رضا جوئی سے قائم کیے اور ورثہ میں چھوڑے۔ فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ۔ ان مقامات سے ' دیدہ و دل وا کر کے ' اور جھولی پھیلا کے گزرو گے ' تو ممکن نہیں کہ اپنے نصیب سے محروم رہ جاؤ۔

دیار محبوب کا رخ کرو گے ' احرام باندھو گے ' تو لباس دنیا ترک کرو گے ' دو سفید چادروں میں ملبوس ہو جاؤ گے ' اور دل کی گہرائیوں سے صدا بلند کرو گے۔

لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ
اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ، وَالْمُلْكَ، لَا شَرِيْكَ لَكَ

لبیک کی یہ صدا ' محبت کا مکتب اولین ہے۔ محبت جتنی زیادہ ہو گی ' اتنی ہی محبوب کے لیے خود سپردگی زیادہ ہو گی ' محبت جتنی خالص ہو گی ' اتنی ہی خود سپردگی شرک سے پاک ہو گی۔ لبیک ' لبیک کی صدا حج کا آغاز ہی نہیں ' اس میں محبت کی ساری روح اور جوہر بھی کھنچ کر جمع ہو گیا ہے۔

دیکھو ' احرام اور لبیک کیا کہہ رہے ہیں: اپنے کو ' اور اپنا سب کچھ لاکر اللہ کے سامنے حاضر کر دو ' ان کے سپرد کر دو ۔ نہ ان سے کچھ بچاکر رکھو ' نہ کسی کا بھی کوئی بھی حصہ لگاؤ ۔ چہرہ کا رخ بھی ان کی طرف ہو ' دل کا بھی ' زندگی کا بھی ۔ بس ایک ہی رخ ہو ' اور اس میں کوئی دوسرا شریک نہ ہو ۔ مرکز نظر ' محبوب دل ' مقصود سعی وجہد ' قبلہ زندگی ' اللہ اور صرف اللہ بن جائے ۔

محبت اور ہدایت ' حضرت ابراہیم کی طرح اللہ کا حنیف بندہ بن جانے کا نام ہے ' جس میں شرک کی گندگی کا شائبہ تک بھی نہ ہو ۔ دولتیں تمھیں محض کوئی لیبل چسپاں کرنے سے نہیں ملیں گی ' وہ یہودی کا لیبل ہو ' نصرانی کا ' محمدی کا ' یا حاجی کا ۔ یہ صرف خانہ کعبہ کا چکر کاٹ آنے سے بھی نصیب نہیں ہوں گی ' صرف اس کی طرف منہ کر لینے سے بھی نہیں ' نہ احرام باندھ لینے سے یا لبیک لبیک پکارنے سے ۔

لبیک کی تفسیر و تصویر دیکھنا ہو تو سیدنا ابراہیم کو دیکھو ' ان کی طرح حنیف بننے کی آرزو اور جستجو میں لگ جاؤ ۔ وہ سب کچھ چھوڑ کر اللہ کے بن گئے تھے ' اسی کے ہو رہے تھے ' اس کے سوا کسی کے نہ رہ گئے تھے ۔ نہ ان کی زندگی کا رخ کسی اور کی طرف تھا ' نہ ان کی محبت کسی اور کے لیے اللہ کی محبت سے بڑھ کر تھی ۔ نہ ان کی زندگی اور موت کسی اور کی خاطر تھی ۔ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ، وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۔

دیکھو ' انھوں نے ہر ڈوبنے والی چیز سے محبت کا تعلق ترک کر دیا ' اور یاد رکھو کہ اللہ کے سوا ہر چیز ڈوبنے والی ہے ۔ انھوں نے چاند ' سورج اور ستاروں کی کشش کا طلسم توڑ دیا ۔ زندگی میں کتنے چاند سورج ہوتے ہیں جن کی عظمت اور چمک دمک تمھیں اپنا اسیر بناکر رکھتی ہے ۔ انھوں نے سب کو چھوڑ کے صرف اللہ کی محبت اپنے دل میں بسالی ' سب سے رخ موڑ کے صرف ان کی طرف رخ کر لیا ' صرف انھی کو طلب و سعی کا مرکز بنالیا ' صرف انھی پر نگاہیں جمالیں اور اس وابستگی میں ' اس رخ میں ' کوئی دوسری وابستگی نہ تھی ' کوئی دوسرا رخ نہ تھا ' جو شریک ہو ۔ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۔

انھوں نے اپنا سب کچھ اپنے رب کے حوالے کر دیا تھا ' کوئی چیز ان سے بچاکر نہ رکھی تھی ۔ والہیت اور شیفتگی بھی ' مراسم عبادت بھی ' قربانیاں بھی ۔ زندگی بھی رب کے لیے تھی ' جان بھی ان پر نچھاور تھی ۔ اس خود سپردگی میں بھی انھوں نے شمہ برابر حصہ اللہ کے سوا اور کسی کے لیے نہ لگایا تھا ۔

اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ، لَا شَرِيْكَ لَهٗ ،

وہ اپنے محبوب کی ہر مرضی پوری کرنے کے لیے ہر وقت آمادہ اور مستعد رہتے تھے ' اشارے کے منتظر رہتے تھے ' دوڑ پڑتے تھے ' جو کچھ بن پڑتا تھا ' بجالاتے تھے ' جو حاضر کرنا ضروری ہوتا تھا ' حاضر کر دیتے تھے ۔ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ ، قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔ اور دنیا کا جو لباس خود سپردگی اور رضا جوئی میں مانع ہوتا تھا ' وہ اسے بے دریغ اتار پھینکتے تھے ۔ آگ میں کود پڑے ' باپ سے ترک تعلق

کیا' وطن چھوڑا' دشت و صحرا کی خاک چھانی' محبوب بیوی اور شیر خوار بچے کو یکہ و تنہا وادی غیرذی زرع میں اللہ کے گھر کے جوار میں لا بسایا' اپنے ہاتھوں سے اس گھر کی دیواریں کھڑی کیں' مشرق و مغرب کو اس کی زیارت کے لیے پکارا' اس کو طواف و اعتکاف اور رکوع و سجود کا مرکز بنایا' اشارا ملا تو اپنے اکلوتے اور محبوب نورِ نظر کی قربانی بھی پیش کر دی اور ان کے گلے پر چھری رکھ دی۔

جب لبیک لبیک کہو' تو یہ تصویر نگاہوں کے سامنے رکھو' اور اس میں جتنا حصہ بھی نصیب ہو جائے' اسے متاعِ بیش بہا سمجھو اور سفرِ حج کے سب سے بیش قیمت ہدیہ کے طور پر اپنے ساتھ واپس لاؤ۔ تم جتنا اللہ کو مضبوطی سے تھامو گے' ان کے ساتھ جڑ جاؤ گے' ان کے ساتھ چمٹ جاؤ گے' اس طرح تھام لو گے اور چمٹ جاؤ گے۔ جس طرح کہ ان کا حق ہے' اتنا ہی تم صراطِ مستقیم پا لو گے' یہ صراطِ مستقیم ہی اللہ کی طرف لے جاتی ہے۔ وَمَنْ یَّعْتَصِمْ بِاللّٰہِ فَقَدْ ھُدِیَ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ اور اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔

نغمہ حمد و شکر

لبیک کی صدا کے ساتھ حمد و شکر کا نغمہ جڑا ہوا ہے۔ حمد و شکر ہی سے محبت اور خود سپردگی کے چشمے پھوٹتے ہیں' ان کی آبیاری بھی ہوتی ہے' جتنا تم محبت کی راہ پر آگے بڑھتے ہو' حمد و شکر بڑھتا جاتا ہے۔

حج کس طرح اور کس قدر محبت الٰہی سے معمور ہے' یہ تم اب جان چکے ہو۔ حج ہی کا یہ معاملہ نہیں' ساری زندگی کا یہی معاملہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خود ہی ہمارے دل میں اپنی محبت ڈالتے ہیں' خود ہی محبت کرنے کے طریقے اور آداب سکھاتے ہیں' محبت و قربت کے راستے کھولتے ہیں' ان راستوں کو آسان بناتے ہیں' ہمیں ان آسان راستوں پر چلنے کے لیے اہل' موافق اور مستعد بناتے ہیں' اسباب و وسائل فراہم کرتے ہیں' چلنا چاہیں اور چلنا شروع کریں تو انگلی پکڑ کر چلاتے ہیں' راستے کھولتے چلے جاتے ہیں' گر پڑتے ہیں' تو اٹھا کے جھاڑ پونچھ کے پھر رواں کر دیتے ہیں۔ پھر سب کچھ خود کر کے' بدلے میں اپنی محبت اور قرب سے نوازتے ہیں۔

اِنَّ عَلَیْنَا لَلْھُدٰی اور وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا اور کَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا کے جاں فزا مژدے سناتے ہیں۔ جب کہتے ہیں تو مُقرّب کہتے ہیں مُقرِّب نہیں' یعنی جو "قریب کیے گئے"۔ گویا سب کچھ ان کی رحمت و محبت کا کرشمہ ہے' وہی کھینچ کر اپنے سے قریب کر لیتے ہیں' وہ دست گیری نہ کریں تو کچھ نہ بن پڑے اور کچھ نہ ملے۔ سارا اختیار ہی ان کا ہے' اور کسی کا نہیں۔ ہر چیز اور ہر معاملہ ان کی ملوکیت کے تحت ہے' اور کسی کی نہیں۔

یہی معاملہ محبت کے اس سفر کا ہے جس کا نام حج ہے۔ اسی لیے حمد اور شکر اور اعتراف نعمت

صرف ان کے لیے ہے'، یہ نغمہ بار بار بلند ہوتا ہے۔ سفر شروع کرنے سے پہلے بھی یہی یاد کرو، گھر سے نکلو تو یہی یاد رکھو، ہر قدم پر یہی یاد رکھو: میں محتاج و بے کس، میری کیا بساط اور قوت 'لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ'، یہ صرف ان کا کرم ہے، ان کی توفیق ہے، حج کرنے کا ارادہ ہوا، ارادہ کی تکمیل کے لیے سامان فراہم ہوا، جو کچھ روحانی زادِ سفر ہاتھ میں ہے وہ انھوں نے ہی بخشا ہے، کسی چیز میں میرا کوئی دخل نہیں۔

دل کو حمد و شکر اور محبت سے بھرنا ہو، تو اسے اپنے علم و قوت کے لیے، یا کسی بھی مخلوق کے لیے حول اور قوت کے ہر شائبے سے بالکل خالی کر لو، اور صرف الحمدللہ سے بھر لو۔ الحمدللہ تو ساری میزان بھر سکتا ہے، زمین و آسمان کو بھر سکتا ہے۔ جتنا الحمدللہ سے دل کو بھرو گے، وہ ماسوا اللہ کے لیے کسی بھی قوت و اختیار کے خیال سے خالی ہو جائے گا۔ اس کو یاد رکھو، اور کہتے رہو: حج کے لیے بھی، ہر نیک عمل کے لیے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدٰنَا لِھٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْلَآ اَنْ ھَدٰنَا اللّٰہُ۔

تعریف خدا ہی کے لیے ہے جس نے ہمیں یہ راستہ دکھایا، ہم خود راہ نہ پا سکتے تھے اگر خدا ہماری رہنمائی نہ کرتا (اعراف ۷: ۴۳)۔

راہ میں جب لبیک کہو، اور
اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ، وَالْمُلْکَ، لَاشَرِیْکَ لَکَ

کی صدا نکلے تو، دوسری تمام نعمتوں کے ساتھ، خاص طور پر اس حج کی توفیق اور اس کے مناسک کی تکمیل پر اعتراف حمد و نعمت سے دل کو سرشار رکھو۔ ہر قدم پر، ہر اترنے اور چڑھنے پر، خانہ کعبہ کے دیدار پر، طواف پر، ہر سعی پر منیٰ اور عرفات کی حاضری پر، ہر جگہ پر، ہر چیز پر۔ حمد کرو، حمد کرو، یہاں تک اللہ راضی ہو جائیں، وَلَکَ الْحَمْدُ حَتّٰی تَرْضٰی۔

منزل محبت

مقصود دل تو اللہ کے سوا اور کچھ نہ ہونا چاہیے، لیکن جو مقصود ہیں انھوں نے ہی کعبہ کو مکرم و محبوب بنایا ہے، اور اس کو اپنی محبت کا وسیلہ۔ اس لیے جب گھر بار ترک کر کے، سارے تعلقات منقطع کر کے، طویل مسافت طے کر کے، اس گھر تک پہنچ جاؤ تو یہاں رحمت و محبت اور برکت و ہدایت کا جو چشمہ بہہ رہا ہے، اس سے سیراب ہونے اور اس میں غوطہ لگانے میں کوتاہی نہ کرنا۔ اس محبوب گھر پر اپنے دل کا لنگر ڈال دینا، اس کو نگاہوں میں بسا لینا، اس کے چاروں طرف دیوانہ وار چکر لگانا، اس کے در سے چمٹ کر مانگنا، جس طرح بچہ ماں کی آغوش سے چمٹتا ہے۔

یہ گھر تمھارے لیے مرکز زندگی ہے۔ اس گھر میں دیدہ و دل واکرنے کے لیے 'راہ زندگی روشن کرنے کے لیے اور منزل مقصود تک پہنچنے کے لیے بیش بہا دولت ہے۔

وادی مکہ میں خدا کے اس پہلے گھر میں وہ زم زم ہی رواں نہیں جو چار ہزار سال سے پیاسوں کی پیاس بجھا رہا ہے اور بجھاتا چلا جائے گا' بلکہ اسی سے ہدایت و برکت کا وہ زم زم بھی جاری ہے جس نے رہتی دنیا تک کے لیے سارے جہانوں کی معنوی تشنگی دور کرنے اور ان کے قلوب و ارواح اور فکر وعمل کی سیرابی کا سامان کیا ہے 'مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ'۔

تم اس گھر پہنچ گئے ہو جس کو حضرت ابراہیم نے 'اور اس شہر کو 'ایسا امن کا مسکن بنایا کہ جو اس میں داخل ہوتا ہے اس کے جان و مال محفوظ و مامون ہو جاتے ہیں۔ مگر یہی گھر اس ہدایت کا مرکز بھی ہے جس میں انسان پورے کے پورے داخل ہو جائیں تو ان کے قلب و روح 'فکر و سوچ 'اخلاق و کردار 'شخصی زندگی اور حیات اجتماعی سب محفوظ و مامون ہو جاتے ہیں۔ انسان اگر کہیں خوف و حزن' ظلم و فساد' اور دنیا و آخرت کے بگاڑ اور تباہی سے امن حاصل کر سکتا ہے تو اس بنائے ہدایت میں داخل ہو کر جو عالم معنوی میں خانہ کعبہ کی مثال ہے' وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا۔

تمھاری نظروں کے سامنے جو گھر ہے' وہ گھر والے کی تجلیات گاہ ہے' انھوں نے اسے زمین کا مرکز بنایا ہے' کنویں کے گھاٹ کی طرح لوگ پلٹ پلٹ کر اس کی طرف آتے ہیں اور کسی طرح سیراب ہونے میں نہیں آتے' لوگوں کے قیام و بقا کا سامان بھی اسی گھر کے دم سے ہے۔ جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ (المائدہ ۵: ۹۷) مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا (البقرہ ۲: ۱۲۵)۔

اس گھر کے گرد جتنے طواف کرو' کم ہیں۔ بلکہ میں تو یہی کہوں گا کہ جتنا وقت بھی تمھیں اس کے جوار میں گزارنے کے لیے ملے' اور جتنی محبت و استطاعت اللہ تمھیں دے' سب طواف کرنے میں لگا دینا۔ نماز' رکوع' سجدہ' تلاوت' سب عبادات ہر جگہ ہو سکتی ہیں' اگرچہ مسجد الحرام میں ان عبادات کا ثواب لاکھوں گنا زیادہ ہے' لیکن طواف کی نعمت تو اور کہیں بھی میسر نہیں آسکتی۔ طواف میں جو والہیت ہے' وارفتگی ہے' عشق و محبت ہے' وہ اور کسی عبادت میں نہیں۔ طواف کی ہمت نہ ہو' تو اس محبوب اور حسن و جمال میں یکتا گھر کو جی بھر کے دیکھنا' اس کے گرد نثار ہوتے ہوئے پروانوں کو دیکھنا۔ دل کے لیے کیف و لذت کا یہ سرمایہ بھی اور کہیں میسر نہ آئے گا۔

اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہیں کہ وہ کسی مکان میں مکین ہوں' ان کا کوئی ہاتھ ہو۔ لیکن حجر اسود زمین پر ان کے دست یمین کا نمایندہ ہے۔ اس تک پہنچنے کے لیے دھکم پیل کے گناہ کبیرہ میں نہ پڑنا' دور ہی سے اشارے سے چومنا بھی کافی ہے۔ اصل چیز تو وفائے عہد' تصدیق کتاب اور اتباع نبیؐ کے عزم اور کیفیت کو زندہ کرنا اور تجدید عہد کرنا ہے۔

سعی اور تفویض و توکل

طواف ' اللہ کے گھر کے ذریعہ خود اللہ کو تمھارے دل اور سعی و جہد کا مرکز بناتا ہے۔ سارے دین میں دو ہی باتیں اللہ کو تم سے مطلوب ہیں۔ اگر تم نے حج کے سفر میں ان دو نعمتوں کو پالیا تو بہت کچھ پالیا۔

ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ ہی تمھارا مقصود ہوں' مرکز قلب و زندگی ہوں' زندگی کا ہر کام ان ہی کے لیے' ان ہی کی خوشنودی کے لیے' ان ہی کی مرضی کے مطابق کرو۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِیْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ (البقرہ ۲: ۲۰۷) کے زمرے میں شامل ہو جاؤ۔

دوسری یہ کہ اس کا ایک ہی راستہ ہے: بھاگ دوڑ' مسابقت' سعی وجہد' فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ (اللہ کی طرف بھاگو)' سَارِعُوْٓا (دوڑو)' سَابِقُوْٓا (اور سبقت حاصل کرو) ان کی جنت اور مغفرت کی طرف۔ حج پورے کا پورا حرکت اور سعی کا سبق سکھاتا ہے۔ گھر سے نکلنا' سفر کرنا' بیت اللہ کے گرد چکر لگانا' صفا اور مروہ کے درمیان بھاگ دوڑ کرنا' مکہ سے نکل کر منیٰ میں ڈیرے ڈالنا' اگلے ہی دن وہاں سے کوچ کر دینا' عرفات کے میدان میں جمع ہو جانا' سورج غروب ہوتے ہی وہاں سے بھی چل دینا' پھر رات کو مزدلفہ میں پڑاؤ ڈالنا' سورج نکلتے ہی منیٰ کی طرف روانہ ہو جانا' روز جا کر کنکریاں مارنا' مکہ جا کر طواف زیارت کرنا۔

بندگی رب کا خلاصہ بھی یہی ہے: اخلاص کے ساتھ ارادہ' اپنی تمام محبت و استطاعت کے ساتھ سعی وجہد۔ اللہ کے ہر حکم اور پکار پر لبیک کہنا' سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر کھڑے ہو جانا' جو کچھ بھی میسر ہو اور جس حالت میں بھی ہوں' تعمیل حکم کے لیے نکل پڑنا' اپنی طرف سے کوشش اور جدوجہد میں کوئی کسر نہ چھوڑنا' وسائل زیادہ سے زیادہ جمع کرنا اور تدبیر بہتر سے بہتر اختیار کرنا' مگر بھروسہ اور نظر سبب پر نہیں رب پر رکھنا' اور جو کچھ کرنا صرف رب کے لیے کرنا۔

حج کے سارے اعمال و مناسک سے انھی صفات کو راسخ کرنے کا کام لینا۔

اس گھر کی آیات میں تفویض و توکل کا' ایک روشن پیغام اس سعی کے اندر بھی ہے جو صفا اور مروہ کے درمیان کی جاتی ہے۔ یہ یادگار ہے اس بھاگ دوڑ کی جو' حضرت اسماعیل کو پیاس سے جاں بلب دیکھ کر' حضرت ہاجرہ نے صفا اور مروہ کے درمیان کی۔ کبھی صفا پر چڑھتیں' کبھی بھاگ کر جاتیں اور مروہ پر چڑھتیں۔ سعی کا پیغام یہ بھی ہے کہ اللہ کو ہم سے ارادہ کے ساتھ ساتھ سعی بھی مطلوب ہے' عمل اور کوشش بھی مطلوب ہے' اور اسی پر وہ نتائج مرتب فرماتا ہے۔ لیکن دراصل سعی کا پیغام اب یہ ہے کہ جب بندہ اپنی بندگی کو اللہ کے لیے خالص کرے' اور حتی المقدور کوشش میں اپنے کو لگا دے' تو اس کا رب اک پتھریلی وادی میں بھی' ایک شیرخوار بچے کی ایڑیوں تلے بھی' کبھی ختم نہ ہونے

والا چشمہ جاری کر دیتا ہے۔

اس سے زیادہ موثر اور طاقت ور درس امید کیا ہو سکتا ہے!

بیت اللہ کی آیات بینات میں سے یہ بھی ہے کہ ہمہ اقتدار و ہمہ اختیار حی و قیوم خدا' جو آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب کے بلا شرکت غیرے مالک کل ہیں 'اور جس کی کرسی اقتدار سب کو سمیٹے ہوئے ہے' وہ جب چاہیں موت کو زندگی سے اور زندگی کو موت سے' اندھیروں کو روشنی سے اور روشنی کو اندھیروں سے' عزت کو ذلت سے' اور ذلت کو عزت سے' بدل دیتے ہیں۔ جو اس کے ساتھ ایمان اور بندگی کا رشتہ قائم کر لے' وہ اسے ہر اندیشہ اور خوف سے' ہر حزن و غم سے' ہر حسرت و یاس سے پاک کر دیتے ہیں

صحیح بخاری کی روایت کے مطابق' حضرت ابراہیم علیہ السلام جب حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو مکہ میں بسانے کے لیے آئے تو وہاں نہ انسان کا نام و نشان تھا' نہ پانی کا' نہ زراعت کا' نہ خورد و نوش کا کوئی انتظام۔ ایک تھیلی (جراب) کھجوروں کی' اور ایک مشکیزہ پانی کا' بس یہ کل کائنات تھی جو وہ ان کے پاس چھوڑ کر چلے۔ حضرت ہاجرہ نے بار بار پوچھا کہ ہمیں ایسی وادی میں چھوڑ کر آپ کہاں چلے' جہاں نہ آدم نہ آدم زاد' نہ کوئی اور چیز۔ کوئی جواب نہ پایا تو سوال کیا' کیا اس کا حکم اللہ نے دیا ہے؟ فرمایا' ہاں۔ یہ سن کر ان کے اندر اطمینان و سکون کا باغ لہلہا اٹھا اور وہ امن کی اس جنت میں داخل ہو گئیں۔ یہ جنت کیا تھی؟ فرمایا' اذا لایضیعنا (پھر تو وہ ہم کو ضائع نہ کرے گا)۔ بخاری کی ایک دوسری روایت کے مطابق' حضرت ہاجرہ کے پوچھنے پر کہ ہمیں کس پر چھوڑ کر جا رہے ہو' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا' اللہ پر۔ یہ سن کر وہ پورے سکون و اطمینان سے بولیں رضیت باللہ (میں اللہ پر راضی ہوں)۔

اللہ پر یقین اور اعتماد' اللہ پر بھروسہ اور توکل' اللہ کے ہر فیصلہ پر خوش' بندگی رب کی یہ کیفیت تھی کہ ایک یکہ و تنہا عورت اپنے شیرخوار بچے کے ساتھ' پتھریلے بیابان میں' بھیانک اور ڈراؤنی راتیں' تپتے ہوئے دن' موذی جانور' چور اور ڈاکو' سب کے باوجود' اطمینان اور امن کی کیفیت سے مالا مال تھی۔ معاش کا بندوبست بھی کھجوروں کی ایک تھیلی اور پانی کے ایک مشکیزہ سے زائد کچھ نہ تھا۔ پھر بیت اللہ کی تاریخ گواہ ہے کہ جہاں کوئی وسائل نہ تھے' کوئی اسباب نہ تھے' کوئی سہارا نہ تھا' صرف خطرات ہی خطرات تھے' وہاں خدائے حی و قیوم چار ہزار سال سے سب کچھ بخش رہا ہے۔ جہاں کوئی انسان نہ تھا' وہاں لاکھوں انسان دنیا بھر سے چلے آ رہے ہیں۔ جہاں نہ پانی تھا نہ کھانا' وہاں ہر قسم کا خورد و نوش کا سامان پہنچ جاتا ہے۔

پیغمبر کی زبان سے' جس کا علم غیر مشتبہ ہے' یہ علم ہو جانے کے بعد' کہ یہ خدا کا حکم ہے' کچھ

مادی وسائل نہ ہونے کے باوجود' دنیا بھر میں یکہ و تنہا ہونے کے باوجود' ہر قسم کے سنگین اور مہیب خطرات اور اندیشوں کے سامنے ہوتے ہوئے' اطاعت و فرمانبرداری کی راہ چل پڑنا ہی حکمت و دانائی کا راستہ ہے۔ یہی حکمت و دانائی راسخ ہونا چاہیے' ہر اس شخص میں جو چشم سر سے بیت اللہ کو دیکھے' اور پانچ وقت اس کی طرف رخ کرے۔ ہم اغیار کے علم و حکمت سے جھولیاں بھرنے کے بعد' جو اپنی اس سب سے بیش بہا متاع حکمت کو کھو بیٹھے ہیں' اسے تم ضرور بازیافت کر کے وہاں سے لانا۔

دربار الٰہی میں ہجوم

حج کے سفر سے تمھارے دل و دماغ پر یہ حقیقت بھی نقش ہو جانا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے عاشقین کا جمع ہونا اور ہجوم کی صورت اختیار کرنا بھی بہت محبوب ہے۔ تم ایک عجیب منظر دیکھو گے۔ دنیا بھر سے لوگ امنڈ امنڈ کر آرہے ہیں' قافلوں کی صورت میں آرہے ہیں' اور مکہ میں' مسجد الحرام میں ایک ہجوم کی صورت اختیار کرتے جا رہے ہیں۔ تل دھرنے کو جگہ نہیں' چلنے پھرنے کی گنجایش نہیں' سجدہ کرنے کا مقام نہیں' لیکن عشاق ہیں کہ ہر چیز سے بے نیاز' ایک ہی دھن میں' محبت کے نشے میں سرشار چلے آرہے ہیں اور مجتمع ہو رہے ہیں' ہجوم کر رہے ہیں۔ ان میں ہر قسم کے لوگ ہیں: نیک بھی اور بد بھی' متقی بھی اور فاسق و فاجر بھی۔ سب کو داخلے کا اذن عام ہے' سب کو ضیوف الرحمان ہونے کا شرف و اعزاز بخشا گیا ہے' سب پر فضل و رحمت کی بارش ہے۔

محبت اور حرکت کے بعد' حج کا سب سے نمایاں پہلو یہی اجتماعیت ہے۔ دیکھو' حج کا رکن اکبر عرفات کے میدان میں حاضری ہے۔ اور کوئی رکن فوت ہو جائے تو تلافی کی کوئی نہ کوئی صورت موجود ہے لیکن وقوف عرفات فوت ہو جائے' اس کی تلافی کی کوئی صورت نہیں۔ اب تو اگلے سال' حج کے ایام میں' عرفہ کے دن حاضر ہو گے تو حج مکمل ہو گا۔

عرفات کے میدان میں کیا ہوتا ہے؟ نماز کی طرح کوئی ہیئت اور وضع ضروری نہیں' کچھ پڑھنا ضروری نہیں' رکوع و سجود کی مانند کوئی ارکان بجالانا ضروری نہیں۔ روزہ کی مانند اپنے نفس کو کسی چیز سے روکنا ضروری نہیں' سوائے احرام کی عام پابندیوں کے۔ زکوٰۃ کی مانند کوئی متعین رقم اللہ کی راہ میں نکالنا ضروری نہیں۔ ضروری صرف یہ ہے کہ ہجوم عشاق میں شامل ہو کر رب کے دربار میں حاضر ہو جاؤ۔ مدت کی بھی پابندی نہیں' اگر گزر بھی جاؤ تو وقوف عرفات کا رکن ادا ہو جائے گا۔

تم نے غور کیا کہ اللہ کو کیا محبوب ہے۔ اس کے نام پر نکلنا' اس کے نام پر مجتمع ہونا' اس کو چاہنے کا دعویٰ کرنے والوں میں شامل رہنا' متحد امت کو نیک و بد کے نام پر متفرق نہ کرنا' اللہ کے لیے جو جمع ہوئے ہیں صرف اللہ کے نام کا لحاظ رکھنا اور ان کا ساتھ دینا۔ آج کی متفرق و منتشر امت کے لیے حج کا یہ درس ایک حیات آفریں پیغام ہے۔

تاریخ کے دھارے میں

حج کے اعمال تمھارے بکھرے ہوئے دل، بکھری ہوئی شخصیت اور بکھری ہوئی زندگی کے لیے ایک ایسا مرکز محبت فراہم کر دیں گے، جس کے گرد جمع ہو کر تم یک جان ہو جاؤ۔ یہ کتنا بیش قیمت، طاقت ور اور منفرد کام ہے، اس کا اندازہ بھی مشکل ہے۔ لیکن اس سے آگے بڑھ کر یہ تمھیں اپنے مرکز زندگی کے گرد صرف مجتمع و متحرک نہیں کرتا، بلکہ تاریخ کو ایک زندہ اور متحرک دھارا بنا کر تمھیں اس کا جز بنا دیتا ہے۔ تم کو ایک دم ایسا لگے گا کہ تاریخ کے طویل سفر میں تم ایک بے حقیقت اکائی نہیں ہو جو کسی نقطہ پر یکہ و تنہا کھڑی ہے۔ بلکہ تم ایک عظیم اور روشن قافلہ کا حصہ بن گئے ہو، جس کا اول بھی تمھارے ساتھ ہے اور آخر بھی۔ تم صرف اس ہجوم سے قوت نہیں حاصل کر رہے ہو، جو "آج" عرفات کے میدان میں جمع ہے، خانہ کعبہ کے گرد رواں دواں ہے۔ بلکہ تم اس راہ کے ہر راہ رو کو اپنے ساتھ پاؤ گے، اور تاریخ کے اس عظیم الشان، نور سے بھرپور دھارے کا حصہ بن کر، قوت و طاقت کا ایک لازوال و لامتناہی ذخیرہ تمھارے ساتھ ہو گا۔

جب تم خانہ کعبہ کو اپنے سامنے پاؤ تو سوچو:

یہ "البیت العتیق" ہے، قدیم ترین گھر ہے، اس وقت سے موجود ہے جب پہلے انسان نے اپنے معبود واحد کی پرستش کے لیے کرہ ارضی کا پہلا ٹکڑا وقف کیا۔ روایات کے مطابق اس کی تعمیر حضرت آدم علیہ السلام نے فرمائی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کی تجدید تعمیر کی۔ پتھر، یقیناً بدل گئے ہیں، بنیادیں وہی ہیں۔ حجر اسود بھی اسی وقت سے موجود ہے۔ تم دیکھو خانہ کعبہ نے تمھیں تاریخ انسانی کے نقطہ آغاز کا حصہ بنا دیا۔

ابراہیم علیہ السلام کے بلاوے کے بعد سے لوگ چلے آرہے ہیں، یہ تو تم جانتے ہو۔ روایات کے مطابق تمام انبیا نے خانہ کعبہ کا حج کیا۔ یہ گھر جس کے گرد تم چکر کاٹ رہے ہو، سب کا مرکز محبت رہا ہے۔ یہ مطاف، جس میں تم چل رہے ہو، اور ہزاروں لاکھوں قدموں کا سیل رواں بہہ رہا ہے، اس مطاف میں ازل سے تمھارا یہ قافلہ چلتا رہا ہے۔ چشم تصور سے دیکھو تو آدم سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک، اور ان کے بعد کتنے صالحین ہیں، جو مطاف کے اس سفر میں تمھارے پیش رو ہیں، گویا تمھارے آگے آگے اور دوش بدوش چل رہے ہیں۔ حجر اسود کو چومو، تو کیا تمھیں کوئی شک ہے کہ جہاں تمھارے لب ہیں وہیں تمام انبیا، سید الانبیا اور ان کے صحابہؓ اور امت کے تمام صلحا کے لب اس پتھر کو چوم چکے ہیں۔ ملتزم پر اپنا سینہ لگاؤ، تو پھر یاد رکھو یہ سینہ وہیں لگ رہا ہے جہاں ان سب کا سینہ لگا۔ صفا کی پہاڑی پر چڑھو تو تم کو اس پہاڑی سے مروہ تک دوڑتی حضرت ہاجرہ نظر آئیں گی سیدنا محمدؐ پہاڑی پر سے اپنی دعوت کی پہلی ندائے عام دیتے دکھائی دیں گے۔ عرفات کے میدان میں

کھڑے ہو گے تو پھر تمھیں ازل سے آج تک یہ عظیم قافلہ کھڑا نظر آئے گا۔

پھر تم دیکھو گے کہ اللہ کا یہ گھر' اور یہ البلد الامین' ان تمام تابناک و بے مثال روایات کا حامل بھی ہے' جو بعثت محمدیؐ' نزول قرآن' دعوت اسلامی اور ہجرت و جہاد کے ابواب میں محفوظ ہیں۔ اس گھر کا کوئی پتھر ایسا نہیں' اس کے قرب میں کوئی چٹان اور سنگریزہ ایسا نہیں' جس کے دل میں ہدایت و دعوت کا اور ہجرت و جہاد کی اس تاب ناک داستان کا کوئی نہ کوئی نقش محفوظ نہ ہو' اور جو یا وپیاسا اسے پا نہ سکتا ہو۔ یہ عظیم دولت دنیا میں تمھیں اور کہیں دست یاب نہیں ہو سکتی۔

سوچنے کی بات

سوچنے کی بات یہ ہے ---- آج بھی' حج کے دوران بھی' حج کے بعد بھی ---- کہ ان لازوال خزانوں سے ہم کتنا حصہ پائیں گے' کتنا محفوظ رکھیں گے' کتنا اپنے اور امت مسلمہ کے مستقبل کے لیے سرمایہ کاری میں لگائیں گے۔

آج ہماری کیا حالت ہے؟ مشرق سے لے کر مغرب تک نظر ڈال لیجیے۔ کیا امت مسلمہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کوئی رنگ موجود ہے؟ کوئی ایسا رنگ جو غیر مسلموں اور مشرکوں کے رنگ سے الگ ہو۔ اپنے دلوں کو دیکھیے' انھی کی طرح بے شمار ٹکڑوں میں منقسم ہیں' اور ہر ٹکڑے میں ایک الگ معبود بیٹھا ہوا ہے۔ اغراض و مقاصد پر نظر ڈالیے' انھی کی طرح وہ بھی ان گنت ہیں' اور ان میں سب سے کم مقام ان کا ہے جو اللہ کے نزدیک محبوب ترین ہیں۔ نماز میں بے شک ہمارا منہ قبلہ کے علاوہ کسی اور طرف نہیں ہوتا' لیکن زندگی میں تو انھی کی طرح ہمارے بہت سے قبلے ہیں جو ہماری توجہات اور وابستگیوں کا مرکز ہیں۔ زبان پر بیشک لبیک ہے' لیکن ہم نہ خود اپنے کو' نہ اپنی کسی محبوب چیز کو' اللہ کے لیے حاضر کرنے کو تیار ہیں۔ ہر حکم کی تعمیل میں ہماری اپنی کسی نہ کسی خواہش' پسند و ناپسند' محبوب و مبغوض کی قربانی دامن گیر ہو جاتی ہے' یا ہزاروں اندیشے اور خوف ہمیں چاروں طرف سے گھیر کر ہماری راہ مسدود کر دیتے ہیں۔ حج ہو یا استقبال قبلہ' یہ بے جان مراسم عبادت نہ ہمارے قلوب کو بیدار کرتے ہیں' نہ نگاہوں میں پاکیزگی و یکسوئی پیدا کرتے ہیں' نہ عمل میں صالحیت۔ یہ نہ ہماری سوچ بدلتے ہیں' نہ شخصیت نہ زندگی۔

ہم حج بھی کریں' عمروں کے لیے بھی جائیں' منہ کعبہ شریف کی طرف کر کے نمازیں بھی پڑھیں' مگر ہم پر وہ رنگ نہ چڑھے جو حضرت ابراہیم کا رنگ تھا' تو اس سے بڑھ کر ہماری حرماں نصیبی اور کیا ہو سکتی ہے۔ اور جو حرماں نصیبی ہمارا اور امت کا مقدر بن گئی ہے اس کا سبب اس رنگ سے محرومی کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ ہم سے دنیا میں جو وعدے ہیں ---- استخلاف فی الارض کا وعدہ ہے' غلبہ دین کا وعدہ ہے' خوف سے نجات اور امن سے ہم کنار کرنے کا وعدہ ہے ---- کیا وہ

سب وعدے اس شرط کے ساتھ مشروط نہیں کہ ہم اللہ کے ایسے بندے بن جائیں کہ بندگی اور کسی کے لیے نہ ہو۔

سوچو ' امت مسلمہ کی کشتی آج جس بھنور میں پھنسی ہوئی ہے ' کیا وہ اس بھنور سے اپنے ہمہ اقتدار و اختیار رب پر ابراہیم علیہ السلام و ہاجرہ علیہ السلام کی طرح کلی بھروسہ کے بغیر' اس کی فرمانبرداری کی راہ میں ان کی طرح اپنا سب کچھ حاضر کیے بغیر' اور اس راہ میں جان و مال سے سعی و جہد کے بغیر' نکلنے کی کوئی راہ پا سکتی ہے؟ کیا جس کی نظر کے سامنے ہر روز پانچ مرتبہ بیت اللہ کی آیات بینات کو سامنے لانے کا اہتمام کیا گیا ہو' اس کی نفسیات میں ان مایوسیوں کی کوئی گنجائش ہو سکتی ہے کہ ایسی خراب قوم کیسے سدھرے گی' ایسے تاریک حالات کیسے بدلیں گے' ایسے بنجر اور سنگلاخ معاشروں میں نیکی کے چشمے کیسے پھوٹیں گے' ایسے گھٹاٹوپ اندھیروں میں روشنی کی کرن کیسے اور کہاں سے طلوع ہو گی' جبر و استبداد کی چٹانوں میں سے راستہ کیسے نکلے گا' حقیر کوششیں کیسے رنگ لائیں گی' زبردست طاقتوں کا مقابلہ کیسے ہو گا؟ اگر ایک عورت کا یہ یقین کہ اذا لا یضیعنا (پھر اللہ ہم کو ضائع نہ کرے گا) اور یہ اعلان کہ رضیت باللہ (میں اللہ سے راضی ہوں)' اور اس کی صفا اور مروہ کے درمیان سعی و جہد کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ پتھروں کے ایک معمولی گھر کو یہ مقام عطا کر سکتا ہے' اور سنگلاخ زمین سے زم زم کا چشمہ رواں کر سکتا ہے' تو آج کی دنیا میں دین کو غلبہ کیوں حاصل نہیں ہو سکتا' اور ظلم و فساد سے بھری ہوئی دنیا میں نیکی کا چشمہ کیوں نہیں پھوٹ سکتا؟

دینے والا عاجز و درماندہ نہیں' نہ وہ اونگھ اور نیند کا شکار ہوتا ہے' لینے والے ہی عاجز و درماندہ ہو گئے ہیں' اپنے مقاصد سے اور اپنی قوت و سربلندی کے اصل خزانوں سے غافل ہو کر نیند میں مدہوش ہیں۔ سعی و عمل اور اخلاص و وفا کی جو دنیا ان سے مطلوب ہے اس کو انھوں نے اپنے ارادہ و اختیار سے باہر سمجھ رکھا ہے۔ انسانیت ہدایت کے لیے جاں بلب ہے' فساد کے بیابان میں زیر زمین امن کا چشمہ موجود ہے' مگر یہ دور اپنے ابراہیم کا منتظر ہے۔

کیا تم یہ ابراہیم بننے کی کوشش کرنے کے لیے تیار ہو!

اللہ تمھیں حج کی نعمتوں اور برکتوں سے سرفراز و کامران کرے - آمین!

اس مضمون کا کتابچہ -/ ۲۵۰ روپے فی سیکڑہ ارسال کر کے منشورات ترجمان ری پرنٹس سروس منصورہ لاہور سے طلب کیا جا سکتا ہے۔ فیکس:- 7832194 (042)